مولانا مدرار اللہ مدرار ۔ مردان

ادب اور شاعری کی تطہیر

ایک شعر کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ

موقر روزنامہ "مشرق" کی اشاعت ۳ مارچ میں مشاعرۂ کوہاٹ کی روئیداد شائع ہوئی تھی۔ اس مشاعرے میں پشاور کے نامی گرامی شعراء شریک ہوتے تھے جن کا کلام کا نمونہ نظر نواز ہوا۔ اس ضمن میں ایک شعر نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ شعر یہ ہے ؎

آدمی تاش کے پتے ہیں تیرے ہاتھوں میں
اے خدا تو بھی ہے شعبدہ گر کی صورت

چوں کہ اس شعر کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء و صفات سے ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ وضاحت کی جائے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ذکر کئے گئے ہیں وہ محدثین اور فقہائے اسلام کی اصطلاح میں توفیقی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان ناموں کے علاوہ اس کو کسی اور نام سے پکارنا ممنوع ہے۔ خواہ وہ نام مفہوم و معنی کے لحاظ سے اچھا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "لمعات" میں فرماتے ہیں۔

اعلم انّ اسماء اللہ تعالیٰ توقیفیہ بمعنی انہ لایجوز ان یطلق اسم مالم یاذن لہ الشرع او اشعر بنقص (حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۱۹۹)

ترجمہ۔ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ بدیں معنی کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے نام کا اطلاق ناجائز ہے جس کی شریعت مطہرہ نے اجازت نہیں دی یا اس سے نقص کا پہلو نکلتا ہو۔

مدینہ کے یہود اللہ تعالیٰ کو اپنے خانہ ساز ناموں مثلاً "ابوالمکارم" کے نام سے پکارتے تھے۔ قرآن حکیم نے خود اس کی ممانعت فرمائی۔ اس مقصد کے لئے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ ملاحظہ کی جائے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"سب اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں"۔

امام راغب اصفہانی اسماء الہٰی میں الحاد یعنی کجروی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

والالحاد فی اسمائہ علیٰ وجھین احدھما ان یوصف بما لا یصح بہ وصفہ والثانی ان

بتاویل و اضافته علی ما لا یلیق به (مفردات)

یعنی اسمائے الٰہی میں کجروی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو صفات موصوف میں موجود نہ ہوں یا جو اس کے مرتبہ کے خلاف ہوں وہ اس کی جانب منسوب کی جائیں دوسرے یہ کہ اس کی صفات میں نامناسب تاویل و تبدیل کی جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے۔ یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے۔ یا ان کو معصیت مثلاً سحر وغیرہ کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کجروی ہے (تفسیر عثمانی بہ ضمن آیت مذکورہ)

علمائے حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے۔ یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد و ثنا کرے۔ بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہے جو قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں کہہ سکتے۔ نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں کہہ سکتے طبیب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ دوسرے الفاظ شریعت میں منقول نہیں اگرچہ انہیں الفاظ کے ہم معنی ہیں۔

یہاں قرآن حکیم کی ایک اور نص صریح کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اے ایمان والو! تم (رسول اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے) "راعنا" نہ کہو اور (اس کی جگہ) "انظُرنا" کہو۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر باتیں سنتے اور ایک بات کو تحقیق کی غرض سے مکرر سننا چاہتے تو کہتے "راعنا" یعنی ہماری طرف متوجہ ہو۔ اور ہماری رعایت کرو۔ یہ کلمہ ان سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو "انظُرنا" کہو۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ یہود لفظ "راعنا" کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے۔ اس لفظ کو زبان دبا کر کہنے تو "راعینا" ہو جاتا۔ یعنی ہمارا چرواہا) چونکہ لفظ "راعنا" ایک صحیح المعنی لفظ تھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ موہم تنقیص بھی تھا کہ یہود اس کو برے معنی میں استعمال کرتے تھے اس لئے صحابہ کرام کو اس کے کہنے سے روک دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کی شان میں تنقیص کا شائبہ تک پیدا ہو تو اس کا استعمال مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ اگرچہ وہ لفظ بظاہر صحیح المعنی ہی کیوں نہ ہو تو پھر ایک غلط نام کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا اور بھی سنگین ہوا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم صاحب شعر کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ مندرجہ بالا شعر بنیادی طور پر اسلامی تقاضوں کے منافی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ "شعبدہ گر" کے نام سے یاد کیا گیا ہے

اوراس کے ہاتھوں کی طرف تاش کے پتوں کی نسبت الگ ہے۔ یہ دونوں اطلاقات خداوند قدوس و برتر کی عظمتِ شان کے لائق نہیں۔ ان سطور سے ہمارا مقصد صاحب شعر کی تنقیص حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ صاحب شعر ایک ممتاز شاعر و ادیب اور دانشور ہے لیکن چونکہ ان کے اس شعر کے الفاظ اسلامی روح سے مطابقت نہیں رکھتے اس لئے ہمیں توضیحی گذارشات کے لئے معاف فرمایا جائے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شعر و شاعری ایک ایسا فن ہے جس کے سارے حسن و جمال کی اساس شوکتِ الفاظ تخیل کی بلند پروازی۔ مبالغہ آرائی اور آزاد منشی پر قائم ہے اور اس سے بجز گرمیِ محفل یا وقتی جوش و خروش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی۔ اسی لئے شعر کی نسبت کہا گیا ہے ؎

در شعر مپیچ و در فن او
چوں اکذب اوست احسنِ او

لیکن بایں ہمہ شعر کے حسن و خوبی اور لذت آفرینی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی۔ اس کے بارے میں ہادیٔ برحق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بہترین راہنمائی فرمائی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے شعر کے بیان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے۔ فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا

"ھُوَ کَلَامٌ فحسنُہٗ حسنٌ وَقبیحُہٗ قبیحٌ"

یعنی شعر کلام ہے پس اچھا شعر اچھا کلام ہے اور برا شعر برا کلام ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ نے اچھے شعر کی عزت افزائی فرمائی ہے فرمایا کہ بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔ حکیمانہ اور حقیقت افروز شعر اگر کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا۔ تب بھی اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حالت سفر میں اپنے ہم سفر صحابی عمرو بن شرید رضؓ کو امیّہ بن صلت کے اشعار سنانے کا ارشاد فرمایا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر یکے بعد دیگرے سو اشعار سنائے۔

واضح رہے کہ امیّہ بن صلت جاہلی دور کا ایک غیر مسلم شاعر تھا لیکن بایں ہمہ اس کے اشعار میں توحید کے مضامین بیان ہوئے تھے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اس کے شعر پسند فرمائے اور فرمایا کہ وہ اسلام کے قریب تھا اسی طرح آپؐ نے مشہور عرب شاعر لبیدؔ کے ایک شعر کو بھی بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شاعر نے اگر سچی بات کہی ہے تو وہ لبید کا یہ قول ہے۔

" اَلا کُلُّ شَیئٍ مَا خَلا اللّٰہ بَاطِلٌ"

یعنی آگاہ ہو کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل اور فانی ہے۔

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک عام شاعری کے حکم سے وہ شاعری مستثنیٰ ہے جو حقائق، رموز فطرت اور صدق و تقویٰ کی جامع ہے جو حق کی نصرت وحمایت میں کی جائے۔ جس سے اسلام کی حقانیت و سربلندی اور ملک و ملت کے تحفظ و بقا کا کام لیا جائے۔ اور جوانوں کے دلوں میں حب ملت، دینی حرارت، عزم و ہمت اور تسخیر کائنات کا جذبہ اور ولولہ پیدا کرے۔ شاعر نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر مولانا رومی، علامہ اقبال، مولانا حالی، مولانا جوہر اور اکبر الہ آبادی کی شاعری اسی زمرے میں آتی ہے۔

خوش قسمتی سے اب پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی بنیادیں رکھ دی گئی ہیں۔ تو اب دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ہماری شعر و شاعری میں بھی ایک نمایاں فرق اور تبدیلی آنی چاہئے۔ معلوم ہے کہ شراب کی توصیف مروجہ شاعری کا ایک نمایاں عنصر ہے۔ بلکہ عرب شاعری میں شراب کے ساتھ محبوبہ کے وصال کے راز ہائے سربستہ کا برملا اظہار فخر و مباہات کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخی واقعہ ہے کہ دور اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے جب اپنا وہ شعر جس میں اپنے فعل بد کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کو سنایا تو خلیفہ نے برجستہ کہا کہ اس اقبال جرم کے بعد تم پر حد شرعی واجب ہو گئی۔ شاعر نے فوراً سورۂ شعراء کی آیت ۲۲۶ اپنی صفائی میں پڑھ کر اپنی جان بچالی۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور وہ کہتے وہ ہیں جو وہ کرتے نہیں"

بہرحال اب پاکستان میں برپا ہونے والے اسلامی معاشرے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی شاعری کی تطہیر کریں اور اس سے اسلامی معاشرے کی تعمیر، نوجوانوں کی اخلاقی تربیت اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو اجاگر کرنے میں مدد لیں ع

وقت است کہ در عالم نقش دگر انگیزی